حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح تھے یا حضرت اسحٰقؑ؟

(از مولوی عبدالرحمٰن صاحب طالب اعظمی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

اس میں شک نہیں کہ حضرت اسمٰعیل وحضرت اسحاق علیہما السلام دونوں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے پیارے اور چہیتے فرزند تھے۔ جن کی خواہش انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ظاہر کی تھی۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتے دیکھنا اور پھر ان کا اس رویا اور خواب کو سچ کر دکھانا ناقابل انکار حقیقت ہے قرآن مجید نے اس خواب اور واقعۂ ذبح کو بالتفصیل بیان فرمایا اختلاف ہے تو صرف اس میں ہے کہ ذبیح کون تھا؟ یعنی واقعۂ ذبح کون سے فرزند کے ساتھ پیش آیا اگرچہ مسیحی علما کا اتفاق ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق تھے مگر علماء اسلام اس میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ بعض علما کے نزدیک ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ تھے جیسے صحابہ کرام میں حضرت ابن عباس وحضرت ابن عمر وسعید ابن مسیب رضی اللہ عنہم کی یہی رائے ہے اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک ذبیح حضرت اسحٰق تھے جیسے حضرت عمر وحضرت علی وعباس بن المطلب وابن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم کا یہی خیال رہا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناظرین کے سامنے فریقین کی ان وجوہات کو جن سے انھوں نے اپنے خیال کی تائید کرنا چاہا ہے ذکر کر دیں تاکہ ان کو اس کے متعلق فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔ اسلئے ہر فریق کے دلائل ذیل کی سطروں میں تلاش کیجئے۔

جو حضرات سیدنا اسحاقؑ کو ذبیح بتلاتے ہیں اس کے ثبوت میں ذیل کی دو وجہ پیش کرتے ہیں اوّل وجہ یہ ہے کہ جس آیت میں یہ قصہ ذبیح بیان ہوا ہے اس کا اول وآخر دونوں حصہ حضرت اسحٰقؑ کے ذبیح ہونیکو بتلا رہا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا مقولہ نقل کرتے ہوئے اس آیت سے پہلے فرمایا ہے وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین۔ اس پر ہر ایک کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم کی یہ ہجرت جس کا ذکر آیت میں انی ذاھب کے الفاظ میں کیا گیا ہے شام کی جانب تھی اور پھر اس کے بعد فرمایا فبشرناہ بغلام حلیم اس ٹکڑے میں جس فرزند کی بشارت دی گئی ہے وہ حضرت اسحٰق ہیں اور فلما بلغ معہ السعی جس فرزند نے سعی کی ہے وہ حضرت اسحٰق ہی ہیں جو ملک شام میں پیدا ہوئے تھے پس آیت کا اول حصہ ان جملوں کی ترتیب سے صریح دال ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق ہیں حضرت اسماعیل نہیں۔

رہا آیت کے آخری حصہ سے ثبوت تو وہ اس طرح نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب واقعہ ذبح کو پورا بیان کر چکا تو وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین میں حضرت ابراہیم کو حضرت اسحٰق کی بشارت دی تاکہ اس بشارت سے واقعۂ ذبح میں جو ایک قسم کی تکلیف پہنچ چکی ہے حضرت ابراہیم اس کے متحمل ہو سکیں اور گھبرا نہ جائیں پس معلوم ہوا کہ حضرت اسحٰق ہی ذبیح ہیں جن کی بشارت دی گئی ہے۔

(دوسری) حضرت اسحاقؑ کے ذبیح ہونے میں حضرت یعقوبؑ کا وہ خط پیش کیا جاتا ہے جسکو انھوں نے اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کے نام لکھا تھا جس میں حضرت کا لقب ذبیح اللہ ذکر کیا ہے وہ خط یہ ہے من یعقوب اسرائیل نبی اللہ ابن اسحٰق ذبیح اللہ ابن ابراہیم خلیل اللہ۔

وہ حضرات جو سیدنا اسمٰعیل کو ذبیح کہتے ہیں ثبوت کیلئے ذیل کی چند وجوہ بیان کرتے ہیں پہلی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ایک دفعہ فرمایا انا ابن الذبیحین" یعنی میں ذبیحین کا فرزند ہوں) آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ آپ کیسے ابن الذبیحین ہیں آپ نے فرمایا میرے دادا عبد المطلب نے جب چاہ زمزم کے کھودنیکا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اے اللہ اگر میرا یہ کام آسانی سے ہوگیا تو ایک فرزند کو تیری راہ میں قربان کردونگا جب یہ کام بآسانی انجام پذیر ہوگیا تو ایفاء نذر کیلئے فرزندوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی قرعہ فال حضور کے والد عبداللہ کے نام نکلا اس پر ان کے ماموؤں نے کہا کہ ذبح کرنیکی کیا ضرورت ہے بلکہ اس کے عوض میں سو اونٹ فدیہ میں دیدیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا اور ذبیح ثانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں" جن کی اولاد میں آپ ہیں۔

دوسری وجہ جس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اصمعی نے جب عمرو بن العلاء سے ذبیح کی بابت دریافت کیا کہ ذبیح کون تھا تو انھوں نے فرمایا کہ اے اصمعی کیا سمجھ میں نہیں آتا بات بالکل صاف اور کھلی ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ حضرت اسمٰعیل مکہ میں تھے اور منحر جائے قربانی بھی مکہ ہی میں ہے پس منحر جائے قربانی کا مکہ میں ہونا قرینہ ہے حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح ہونے پر۔

تیسری وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو صبر جیسی عمدہ صفت کے ساتھ ذکر فرمایا جیسا کہ قرآن میں کہا گیا واسمٰعیل والیسع وذالکفل کل من الصابرین یہاں صبر سے مراد علی الذبح ہے پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا ان کو موصوف بصدق وعد کرنا دلیل ہے کہ ذبیح وہی تھے کہ انھوں نے ذبح ہونے پر صابر رہنے کا وعدہ فرمایا تھا جسکو پورا فرمایا۔

ایک دلیل اور بھی پیش کی جاتی ہے اس دعوے پر وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ (جو کہ مکہ معظمہ میں واقعہ ہے) میں مینڈھے کی سینگ لٹکانیکا دستور تھا اور حضرت اسمٰعیل بھی مکہ ہی میں آباد تھے اور سینگ کا خانہ کعبہ میں لٹکانا مکہ میں جائے قربانی ہونے کیلئے قرینہ ہے لہذا حضرت اسمٰعیل جو مکہ کے باشندے تھے انھیں کے ساتھ واقعہ ذبح پیش آیا ورنہ اگر حضرت اسحٰق ذبیح ہوتے تو پھر شام میں جائے قربانی ہونی چاہئے تھی چونکہ واقعہ اس کے برعکس ہے پس حضرت اسمٰعیل کا ذبیح ہونا قرین قیاس ہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح ہونے کی سب سے قوی اور بڑی دلیل قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں واقعہ ذبح ذکر کیا گیا ہے ارشاد ہے وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین رب ھب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم فلما بلغ معہ السعی قال یابنی انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یاابت افعل ماتؤمر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین الخ ان آیات میں دو فرزندوں کی بشارت کا ذکر کیا گیا اول ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کردیا اس کے ختم ہونیکے بعد حضرت اسحٰق کی بشارت کا ذکر فرمایا اب اگر غلام حلیم وہی اسحٰق ہیں تو بشرناہ باسحٰق اس سارے قصے کے بعد کسی طرح صحیح نہیں رہ سکتا اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیات سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت اسحٰق کی بشارت کی خبر ہے ان میں حضرت اسحٰق کی صفت غلام علیم فرمائی گئی ہے گویا حضرت اسمٰعیلؑ غلام حلیم تھے اور حضرت اسحٰقؑ غلام علیم تھے پس معلوم ہوا کہ غلام حلیم حضرت اسحٰقؑ نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں اور قصہ ذبح انھیں کے ساتھ پیش آیا۔

نیز کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر یہ امر توراۃ سے بھی

ثابت ہے کہ حضرت اسحٰق کی پیدائش حضرت اسمٰعیل سے تیرہ برس بعد ہوئی تھی اسلئے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق کو اکلوتا نہیں کہہ سکتے جبکہ ان سے بڑا بھائی موجود ہو قرآن مجید میں واقعۂ قربانی کے بعد الفاظ وبشرناہ باسحٰق وارد ہوا ہے جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ واقعۂ قربانی قبل از ولادت حضرت اسحٰق وقوع میں آچکا تھا چونکہ اسوقت حضرت اسمٰعیل ہی واحد پسر تھے اسلئے اکلوتے کی صفت ان ہی پر صادق آتی ہے پس حضرت اسمٰعیل ہی ذبیح ہوسکتے ہیں۔

نیز انھیں آیات میں فرمایا گیا ہے وترکنا فی الاخرین یعنی قربانی عظیم کو پچھلی نسلوں میں جاری رکھا اور اس کو فدیہ ذبیح بنایا اور یہ امر کسی متنفس پر مخفی نہیں کہ بنو اسمٰعیل کی اولاد اور قوموں میں پانچہزار سال کے زائد عرصہ سے ذبیح کی یاد موجود ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی اور قوم میں نہیں ہے۔ پس ان وجوہ بالا سے یہ فیصلہ کرنا بالکل آسان ہوجاتا ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل ہی تھے اور یہی صحیح اور درست بھی ہے۔

شہدائے اسلام کا ماتم؟

(از مولوی ابو شحمہ خاں صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

دنیا میں انسانی عظمت وشہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا یہ عجیب بات ہے جو شخصیتیں عظمت و تقدس قبول شہرت کی مدارج تک پہنچی ہوتی ہیں دنیا عموماً ان کو تاریخ اور حقیقت سے زیادہ افسانہ اور تخیل کے اندر ڈھونڈھنا چاہتی ہے بقول مورخ ابن خلدون جو واقعہ دنیا میں جسقدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا اتنی ہی دنیا اسکو زیادہ افسانہ سرائی سے اپنے حصار تخیل میں لے لیگی تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور شخصیت محتاج بیان نہیں خلفائے راشدین کے بعد جو واقعہ مسلمانوں کی دینی سیاسی واجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوا وہ حرہ کا قتل عام (جس کے کہ سات دن تک مسجد نبوی میں اذان تک نہیں ہوئی) اور حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ عظیمہ ہے یہ حادثہ زمانہ کی نیرنگیوں کے ساتھ کچھ ایسا دگرگوں ہوا ہے کہ آج اگر ایک جویائے حقیقت اس کو تاریخی رنگ میں دیکھنا چاہے تو اس آمیزش کے ہوتے ہوئے اصل واقعہ کا پتہ لگانا بہت مشکل ہوگا بغیر کسی مبالغہ کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گذر چکے تقریباً ہر محرم لوگ ایسی مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں جسکا تعلق زیادہ تر مرثیہ خوانی مجلس طرازی یا گریہ و بکا سے ہے پہلا شخص جس نے امام حسینؓ کی شہادت پر نوحہ خوانی کی ترویج کی ہے وہ مختار بن عبید الکذاب ہے، نوحہ خوانی مذہب اسلام میں ممنوع قرار دی گئی آپ نے فرمایا لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ یعنی جو شخص کسی کے غم میں سینہ کوبی کرے یا اپنے رخساروں کو زخمی کرے گریبانوں کو چاک کرے تو وہ شخص ہم میں سے نہیں کیونکہ یہ جاہلیت کے طور طریقہ سے ہے اسلام جاہلیت کے اطوار کو مٹانے آیا بلاشبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے امت مرحومہ کو صدمہ جانکاہ پہنچا آجتک تاریخ کے اوراق اس زخم ناسور سے اچھے نہیں ہوئے لیکن یہ کوئی امت مرحومہ کیلئے نئی بات نہیں اس کے پہلے مظلومانہ شہادتیں بہت سی ہوچکی ہیں جن کو لکھتے ہوئے اسلامی مورخین کے ہاتھوں میں کپکپی پڑجاتی ہے بلا اختیار ہاتھ سے قلم ساقط ہوجاتا ہے حضرت حمزہؓ کی شہادت کا حادثہ کسقدر جانگداز ہے۔